Policy Journal of Social Science Review

Online ISSN 3006-4635

Print ISSN 3006-4627

Vol. 3 No. 9 (2025)

HISTORY OF PUNJAB: A CRITICAL REVIEW OF THE HISTORICAL MANUSCRIPT OF THE NINETEENTH CENTURY

تاریخ پنجاب :انیسویں صدی کے تاریخی مخطوطہ کا تنقیدی جائزہ

*[1]Kiran Nadeem Awan

[2]Prof. Dr. Faleeha Zahra Kazmi

[3]Dr. Maria Umar

[4]Dr. Saima Batool

*[1]*PhD Scholar, Department of Persian, Lahore College for Women's University, Lahore*

[2]*Chairperson, Department of Persian, Lahore College for Women's University, Lahore*

[3]*Assistant Professor, Department of Persian, Lahore College for Women's University, Lahore*

[4]*Assistant Professor Department of Punjabi, Lahore College for Women University, Lahore*

*[1]*Keran.no6@gmail.com, [2]Faleehazahra@lcwu.edu.pk, [3]Mariaumer23@gmai.com*

[4]*Saima-batool11@gmail.com*

Article Details:

Received on 12 Aug 2025

Accepted on 08 Sept 2025

Published on 11 Sept 2025

Corresponding Authors*:

Kiran Nadeem Awan

Abstract

The 19th century was a historically significant era marked by various ups and downs. In the first half of this century, Punjab was ruled by Maharaja Ranjit Singh, while British political dominance had been firmly established in the rest of the Indian subcontinent. Against this backdrop, notable social, cultural, linguistic, and literary changes also emerged. The historical manuscripts of this period not only reflect the political, religious, and social conditions of the time but also provide insight into the intellectual and scholarly standards of that era. Manuscriptology is a fundamental requirement for research and editing. Through manuscriptology, the history of a particular era can be preserved in the form of books and manuscripts. Tarikh-e-Punjab is one such rare and valuable historical manuscript written in the 19th century. This manuscript offers crucial information about the history of Punjab, especially the period of Maharaja Ranjit Singh, which further enhances its significance.In Tarikh-e-Punjab, the cultural, social, political, and civilizational conditions of that time are vividly portrayed. Although most historical books and manuscripts of that era were written in Persian—the official language of the time—Punjabi was the spoken language of the people in Punjab. A study of the books and manuscripts from that period reveals deep mutual influences between these two languages. Tarikh-e-Punjab also contains numerous Punjabi words, reflecting this linguistic interaction. This research paper aims not only to highlight the cultural, political, and historical aspects of Punjab but also to analyze and bring to light the importance of significant manuscripts like Tarikh-e-Punjab, which represent our historical consciousness, regional identity, and intellectual heritage.

Keywords: Punjab, Pakistan, Ranjit Singh, Tarikh-e-Punjab, Punjabi Customs And Traditions, Intellectual Heritage

Policy Journal of Social Science Review

Online ISSN 3006-4635
Print ISSN 3006-4627

Vol. 3 No. 9 (2025)

POLICY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
PJSSR
HTTPS://JOURNALOFSOCIALSCIENCEREVIEW.COM/INDEX.PHP/PJSSR

خلاصہ :

انیسویں صدی تاریخی لحاظ سے نشیب و فراز کا ایک اہم دور رہا ہے۔ اس صدی کے نصف اول میں پنجاب میں راجہ رنجیت سنگھ کی حکومت تھی اور جب کہ باقی برصغر میں انگریزوں کی سیاسی بالادستی مستحکم ہو چکی تھی، اور اسی پس منظر میں معاشرتی، تہذیبی، لسانی اور ادبی تبدیلیاں بھی سامنے آئیں۔ اس دور کے تاریخی مخطوطات نہ صرف اس وقت کے سیاسی، مذہبی اور سماجی حالات کی عکاسی کرتے ہیں بلکہ ان کی مدد سے ہم اس دور کی فکری و علمی سطح کا بھی اندازہ لگا سکتے ہیں۔ مخطوطہ شناسی تحقیق اور تدوین کی بنیادی ضرورت ہے۔ مخطوطہ شناسی کی مدد سے دور کی تاریخ کو مختلف کتب اور مخطوطات کی صورت میں محفوظ کیا جا سکتا ہے "تاریخ پنجاب" بھی ان نایاب مخطوطات میں سے ایک ایسا نادر تاریخی مخطوطہ ہے جو انیسویں صدی میں تحریر کیا گیا۔ یہ مخطوطہ پنجاب کی تاریخ اور خصوصاً مہاراجہ رنجیت سنگھ کے دور سے متعلق اہم معلومات فراہم کرتا ہے اسی بنا پر اس کی اہمیت دو چند ہو جاتی ہے. "تاریخ پنجاب " میں اس دور کے ثقافتی، معاشرتی، سیاسی اور تمدنی حالات کی تصویر کشی کی گئی ہے۔ اگرچہ اس وقت کی تاریخی کتب اور مخطوطے فارسی زبان میں تحریر کیے گئے فارسی ہی اس وقت کی رسمی زبان تھی لیکن پنجاب کی عوامی زبان پنجابی تھی اگر اس دور کی کتب اور مخطوطے کا مطالعہ کیا جائے تو دونوں زبانوں کے ایک دوسرے پر گہرے اثرات دکھائ دیتے ہیں "تاریخ پنجاب" میں پنجابی زبان کے الفاظ بھی کثرت سے استعمال کیے گئے ہیں۔ اس تحقیقی مقالے میں نہ صرف پنجاب کی ثقافت، سیاست اور تاریخی پہلوؤں کو اجاگر کیا جائے گا بلکہ"تاریخِ پنجاب" جیسے اہم مخطوطےجو کہ ہمارا تاریخی شعور ،علاقائی شناخت، اور علمی ورثہ ہے، کی شناخت پر تجزیہ بھی کیا جائگا۔

کلیدی کلمات : پنجاب ، پاکستان ، رنجیت سنگھ، تاریخ پنجاب ، آداب و رسوم پنجاب، علمی ورثہ

مخطوطہ عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں "ہاتھ سے لکھے ہوئے تحریری نمونہ کے ھیں". مخطوطات انسان کے تہذیبی کارناموں کا عظیم قیمتی ورثہ ہے۔یہ انسان کی سیاسی، تاریخی، معاشی، معاشرتی، ذہنی، فکری، جذباتی اور نفسیاتی حالات کی ترجمانی کرتے ہو ئے تخلیقی ماحول اور فضا کی عکاسی کرتے ہیں۔ یوں مخطوطات انسانی معاشرے کی روایات اور اقتدار کے امین ہوتے ہیں جس سے آئندہ نسلیں رہنمائی حاصل کرلیتی ہیں یہ ماضی کے یاد گار واقعات و حالات کا ریکارڈ ہو تے ہیں۔جس کے مطالعہ سے انسان میں مستقبل سے نمٹنے کا حوصلہ پیدا ہو جاتا ہے۔یہ ماضی کی سائنسی، تکنیکی ایجادات کی پیش رفت کا دستاویزی ثبوت بھی ہو تے ہیں اور ان کی بنیاد پر ترقی کی اگلی منزلوں کی طرف گامزن ہونا آسان ہو جاتا ہے۔ مثلاً میڈیکل سائنس کے موجد ابن سینا کے طبی مخطوطات اسکی بہترین مثال ہیں. (4) ان مخطوطات کو سمجھنے کے لیے انتہائی مہارت کی ضرورت ہوتی ہے اور جب تک کوئی شخص مخطوطہ شناس نہیں ہو تا، وہ تحقیق و تدوین کے کام کو بخوبی سر انجام نہیں دے سکتا اور نہ ہی قدیم متن کو مکمل اصول تدوین کی پابندی کے ساتھ مرتب کرسکتا ہے قدیم متن کی تصحیح کا سوال بہت اہمیت اختیار کر گیا ہے۔ کسی زبان و ادب کے لسّانی جائزے کے لیے صحیح متن کا ہو نا لا زم ہے ورنہ غلط اندیشوں کا سلسلہ اختتام پزیر نہیں ہوگا۔ یہ امر واضح ہے کہ مستند نسخے کو ماخذ بنا ئے بغیر کسی اقتباس کو اس اعتماد کے ساتھ نہیں پیش کیا جا سکتا کہ اس سے جو نتیجہ اخذ گیا ہے وہ درست ہے۔ محض یادداشت یا سماعت پر بھروسا کرکے اشعار پیش کر دینا یا کسی بھی سہل الحصول ثانوی ماخذ سے عبارتوں کو نقل کر دینا عام بات ہے لیکن مخطوطہ شناسی اور تحقیق و تدوین کے فروغ نے درست اطلاعات کو یقینی بنایا اور اعتراض کرنا سکھایا نیز اس بات کو بھی ضروری قرار دیا کہ شعر ہو یا عبارت، اس کو معتبر ترین ماخذ سے منقول کرنا چاہیے۔ تدوین کے حوالے سے رشید حسن خان لکھتے ہیں:

”تدوین کے لیے مزاج کا تحقیق آشنا ہو نا ضروری ہے۔ اس کے بعد یہ ضروری ہے کی تدوین کی شرائط سے اور اس کے اصولوں سے آدمی کماحقہ واقف ہو اور عملی مسائل سے بھی کم آشنا نہ ہو یعنی

Policy Journal of Social Science Review
Online ISSN 3006-4635
Print ISSN 3006-4627
Vol. 3 No. 9 (2025)
POLICY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
PJSSR
HTTPS://JOURNALOFSOCIALSCIENCEREVIEW.COM/INDEX.PHP/PJSSR

اسے یہ معلوم ہو کہ تدوین کا طریقہ کیا ہے، صحت متن کا مفہوم کیا ہے، اختلاف نسخ کا مطلب کیا ہے اور ایسے ہی دوسرے متعلّقات ہیں ان سے بھی بخوبی واقف ہو۔ فارسی اچھی طرح جانتا ہو۔جس عہد کی تصنیف مرتب کرنا چاہتا ہو،اس عہد کی زبان کا خاص طور پر اس نے مطالعہ کیا ہو۔ اس کے علاوہ اس عہد کے مصنفین کے کلام کا مفصل مطالعہ کیا ہو"۔) 2 (

کسی بھی قوم یا خطے کی تاریخ و تاریخ نویسی کے مصادر میں عموماً مکتوب آثار، تاریخی عمارات، سِکّے، اور آثارِ قدیمہ کی دریافت شامل ہوتی ہیں۔ تاہم مکتوب ذرائع کو ان میں ایک ممتاز اور بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ ان مکتوبات میں مخطوطہ ہائے خطی خاص مقام رکھتے ہیں، جو عموماً اُس سرزمین کی مروجہ زبانوں میں تحریر کیے گئے ہوتے ہیں۔ ان کی اہمیت اس لیے بھی زیادہ ہے کہ ان کے مؤلفین اکثر اوقات عینی شاہد ہوتے ہیں اور سیاسی و عسکری واقعات کو براہِ راست مشاہدہ کر کے رقم کرتے ہیں، یوں ان کی تحریریں زیادہ مستند و دقیق سمجھی جاتی ہیں۔ برصغیر خصوصاً پنجاب اور ہندوستان میں زبانِ فارسی زبان تقریباً چار سو سال سرکاری و ادبی زبان کے طور پر رائج رہی۔ اسی سبب یہاں خطوں کی کتب خانوں اور دستاویزی مراکز میں کثیر تعداد میں فارسی مخطوطہ جات محفوظ ہیں جو نہ صرف برِصغیر بلکہ ایران کی بھی گراں قدر تہذیبی و تاریخی میراث سمجھے جاتے ہیں۔ لہٰذا زبان و ادبِ فارسی کے دائرۂ اثر کو پیش نظر رکھتے ہوئے، سندھ و ہند کے ان ذخائر کی حفاظت اور مطالعہ اشد ضروری ہے۔ پاکستان، بالخصوص سندھ کا خطہ، اس حوالے سے بے حد اہم ہے کیونکہ بہت سے محققین کا خیال ہے کہ فارسی زبان نے اسی خطے کے ذریعے برِصغیر میں قدم رکھا اور فروغ پایا۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں کے علمی و ثقافتی اداروں میں فارسی کے نادر و نایاب نسخے محفوظ ہیں۔

ایسا ہی ایک اہم مخطوطہ "تاریخِ پنجاب" ہے، جو ہمیں انیسویں صدی کی پنجاب کی سیاسی و تہذیبی تاریخ پر بیش بہا معلومات فراہم کرتا ہے۔ یہ مخطوطہ نہ صرف زبان و ادبِ فارسی کے فروغ کا آئینہ دار ہے، بلکہ پنجاب کی تہذیبی، فکری اور تاریخی شناخت کے بھی کئی دریچے وا کرتا ہے۔ اٹھارہویں و انیسویں صدی میں جب انگریزوں نے برِصغیر میں اپنی سیاسی و انتظامی گرفت مضبوط کی تو انہوں نے فارسی کی جگہ انگریزی زبان نافذ کرنے کی کوشش کی، لیکن اس کے باوجود انیسویں صدی میں بھی پنجاب میں فارسی زبان میں تاریخ و ثقافت پر علمی سرگرمیاں جاری رہیں۔ انہی کوششوں کی ایک مثال "نسخۂ خطی تاریخِ پنجاب" ہے جو مکمل اسناد کے ساتھ پاکستان کی مرکزی لابریری "پنجاب یونیورسٹی" میں موجود ہے۔ جس میں انیسویں صدی کے پنجاب کے حالات و واقعات کا دقیق اور دلچسپ بیان موجود ہے۔ جس کا مولف نامعلوم ہے یعنی اسکے مولف کے مطلق کہیں بھی کوئی معلومات نہیں ملتیں۔

یہ مخطوطہ لاھور کی جامعہ پنجاب کی مرکزی لائبریری میں نمبر PE 111 27/653 کے تحت محفوظ ہے۔ مجموعی طور پر یہ 360 صفحات پر مشتمل ہے، ہر صفحہ 15 سے 22 سطروں پر مشتمل ہے جو کہ خط نستعلیق و شکستہ نستعلیق میں رقم ہے۔ کاغذ قدیم اور بعض مقامات پر دیمک خوردہ ہے۔ پیمائش (10.5.8) ہے، آغاز و اختتام مکمل اور باقاعدہ ہے۔ مخطوطہ کا آغاز "بسم اللہ الرحمن الرحیم" سے ہوتا ہے اور اس کے بعد شنگرف سے باب اول کا آغاز ہوتا ہے۔ یہ مخطوطہ نادر شاہ کے برصغیر پر حملوں سے آغاز ہوتا ہے اور مہاراجہ رنجیت سنگھ کے حالات، اُن کے آبا و اجداد، اور بعد از وفات اُن کی ریاست کے احوال پر مفصل روشنی ڈالتا ہے۔ اس میں پنجاب کے سیاسی، جغرافیائی، اقتصادی، مذہبی اور معاشرتی پہلوؤں کی جامع تصویر ملتی ہے۔ اس کے مطالعہ سے رنجیت سنگھ کے دور کے کئی نئے پہلو اور تحقیق کے نئے افق منکشف ہوتے ہیں یوں یہ مخطوطہ گویا اُس دور کی فارسی "چراغِ سحر" کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ مخطوطہ رکابہ، پاروق اور ترقیمہ کا حامل ہے اور اس میں مہاراجہ رنجیت سنگھ سے لے کر دلیپ سنگھ کے عہد تک کی تاریخ شامل ہے۔ مخطوطہ کی طرزِ تحریر سادہ، رواں اور تاریخ نویسی کے اسلوب کے عین مطابق ہے۔ مصنف نے انشاپردازی یا تکلف سے پرہیز کیا ہے۔ تاریخ کے تلخ حقائق کو بھی نہایت شگفتہ اور شیریں زبان میں بیان کیا ہے جو مطالعہ میں دلچسپی برقرار رکھتی ہے۔

سکھ دور برصغیر، خصوصاً پنجاب کی تاریخ میں ایک منفرد مقام رکھتا ہے اور نسخہ تاریخ پنجاب اسکی بہترین عکاسی کرتا ھے۔اس دور کی باقاعدہ قیادت مہاراجہ رنجیت سنگھ کے حصہ میں آئی جنھوں نے لاہور کو دارالحکومت بنایا اور ایک مضبوط و منظم فوج قائم کی، جس میں یورپی ماہرین کی

خدمات بھی حاصل کی گئیں۔ ان کی حکومت مذہبی رواداری کی علامت تھی، جہاں مسلمانوں، ہندوؤں اور سکھوں کو برابر مواقع دیے گئے۔ رنجیت سنگھ کے دربار میں مسلمان قاضی، ہندو منشی اور سکھ جرنیل ایک ساتھ کام کرتے نظر آتے تھے۔ انہوں نے نہ صرف سیاسی استحکام قائم کیا بلکہ کشمیر، پشاور اور ہزارہ جیسے علاقوں کو بھی اپنی سلطنت میں شامل کیا۔ مذہبی لحاظ سے اگرچہ سکھ مت غالب تھا، مگر دیگر مذاہب کو بھی آزادی دی گئی۔ گولڈن ٹیمپل (در بار صاحب) کی تزئین و آرائش، مساجد کی مرمت اور درگاہوں کی دیکھ بھال اس کی عملی مثالیں ہیں۔ سکھ دور کی سماجی زندگی میں زمینداری نظام مضبوط تھا، جبکہ تعلیم کی عام سہولتیں محدود تھیں۔ خواتین کی حیثیت محدود تھی، مگر اشرافیہ طبقے میں کچھ اثرورسوخ موجود تھا۔ زبان کے لحاظ سے فارسی درباری زبان تھی، جبکہ اردو اور پنجابی عوامی رابطے کی زبانیں تھیں۔ فن و ثقافت کے لحاظ سے یہ دور خاصا زرخیز تھا؛ سکھ طرزِ تعمیر میں مغلیہ اور ہندو اثرات نمایاں تھے، جن کی مثال گولڈن ٹیمپل، شیش محل اور سکھ محل میں دیکھی جا سکتی ہے۔ موسیقی، خطاطی اور مصوری کی سرپرستی بھی کی گئی، جبکہ میلوں، تہواروں اور صوفی ثقافت کو فروغ ملا۔ تاہم، رنجیت سنگھ کے بعد قیادت کی کمزوری، درباری سازشوں اور برطانوی سامراج کی چالاکیوں نے اس سلطنت کو زوال کی طرف دھکیل دیا، اور 1849ء میں پنجاب مکمل طور پر انگریزوں کے قبضے میں آ گیا۔ مجموعی طور پر سکھ دور کو مذہبی ہم آہنگی، ثقافتی ترقی اور سیاسی حکمت عملی کا دور کہا جا سکتا ہے، جو آج بھی برصغیر کی مشترکہ تہذیبی وراثت کا اہم حصہ ہے۔)3(

انیسویں صدی بلخصوص رنجیت سنگھ کے دور حکومت (1799 – 1839) میں پنجاب کی ثقافت میں بہت سی اہم تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ جن کا سکھوں کی سیاسی، مذہبی اور معاشرتی زندگی اور حکومت پر گہرے اثرات مرتب ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ دور حکومت پنجاب کا زرین دور تھا کیونکہ یہی وہ دور ہے جس میں سکھوں نے ایک مضبوط حکومت قائم کی۔ رنجیت سنگھ کی قیادت میں سکھ سلطنت نے نہ صرف پنجاب کو ایک طاقتور ریاست بنایا بلکہ سکھوں اور پنجاب کی ثقافت کو بھی نئی جہتیں دیں۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کی حکمتِ عملی نے سکھوں کو سیاسی استحکام بھی دیا اور ان کی سماجی، ثقافتی، اور مذہبی روایات کو بھی تقویت دی .مہاراجہ نے پنجاب میں ایک مضبوط سکھ سلطنت قائم کی جس نے ہندوستان کی مغلیہ سلطنت کی کمزوری کا فائدہ اٹھایا لیکن اسی بہاء پر پنجاب کا معاشرتی اور ثقافتی نظام متاثر ہوا۔ مہاراجہ نے اپنے دور حکومت میں سکھوں، مسلمانوں، ہندوؤں اور دیگر اقلیتوں کے درمیان مذہبی رواداری اور ہم آہنگی کو فروغ دیا۔ اور دیگر مذاہب کو بھی مکمل آزادی دی۔ مہاراجہ نے مسلمانوں، ہندوؤں اور سکھوں کے مذہبی اداروں کی حمایت کی اور مختلف مذہبی تہوار اور رسومات کو آزادانہ طور پر ادا کرنے کی اجازت دی۔ ادب کی ترقی کے لیے دربار میں شاعروں اور ادیبوں کی حوصلہ افزائی کی جاتی رہی۔

نسخہ خطی "تاریخ پنجاب" کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ رنجیت سنگھ نے مذہبی رواداری کو فروغ دیا اور تمام مذاہب کے پیروکاروں کو یکجا کیا اور خطہ پنجاب میں رنجیت سنگھ کے دور میں پنجاب میں مختلف مذہبی اور ثقافتی تہوار بڑے جوش و جذبے سے منائے جاتے تھے۔ سکھ سلطنت کے دوران پنجاب کی ثقافت میں ایک نیا عروج حاصل ہوا۔ رنجیت سنگھ کی حکومت نے سکھوں کی ثقافت کو نہ صرف ایک مضبوط سیاسی ادارہ فراہم کیا بلکہ مذہبی رواداری، ادب، فنون اور معاشرتی اقدار میں بھی نمایاں تبدیلیاں کی گئیں۔ اس دور میں سکھوں کی ثقافت نے اپنے مذہب، زبان، ادب، فنون اور روزمرہ کی زندگی میں نئے رنگ بکھیرے اور پنجاب کی ثقافت کو عالمی سطح پر متعارف کروایا۔

مخطوطہ خطی تاریخ پنجاب میں ذکر شدہ معروف اور اہم تہوار درجہ ذیل ہیں :

بیساکھی : یہ دیسی مہینے بیساکھ کی پہلی تاریخ یعنی 13 اپریل کے قریب منایا جاتا ہے۔ کسان اس دن اپنی گندم کی فصل کی کٹائی پر خوشی کا اظہار کرنے کے لئے جشن مناتے ہیں۔ بیساکھی کا جشن پنجاب میں خاص اہمیت کا حامل ہے۔)1(

"کیونکہ اس تاریخ کو مہاراجہ راوی کے کنارے پر سیرو تفریح کے لیے جاتے تھے اور نذرانہ و عقیدت

حاصل کرتے تھے۔ اور بیساکھی کے دن تمام سردار اور اہلکار اپنے نذرانے راجہ ہیرا سینگ کے ذریع مہاراجہ کو پیش کرتے تھے۔) "5)

جشن نوروز: یہ ایرانیوں کا قدیمی جشن ہے جو نیا سال اور بہار کے موسم کے آغاز پر خوشی کے ساتھ منایا جاتا ہے۔ اور اس کا ذکر نسخہ خطی "تاریخ پنجاب" میں اس طرح سے ہوا۔ "مارچ کی (21 فرورین ایرانی کلینڈر کے آغاز کا دن) کو 21 تاریخ یعنی نوروز والے دن کوٹ لکھپت لاہور پر تمام اطراف کے ساتھی اور اہلکاروں نے مہاراجہ کو نذرانے دیے)"5)

جشن ہولی: ہولی ہندوستان کے لوگوں کا ایک اہم جشن ہے۔ یہ ایک قومی اور مذہبی جشن ہے جسے "رنگوں کا جشن" بھی کہا جاتا ہے، جو ہر سال مارچ کے مہینے میں بہار کے آغاز پر منایا جاتا ہے۔ ہولی سردیوں کے اختتام اور بہار کے آغاز کی علامت ہے۔ مخطوطہ"تاریخ پنجاب" میں ہمیں اس کا ذکر یوں ملتا ہے "13 شعبان کو جشن ہولی منعقد ہوا اور تمام اہلکاران اور زمینداران راجہ سنگت سنگھ اور اچیت سنگھ کے ساتھ اس محفل (جشن ہولی) میں شامل ہوئے"۔ اسی طرح مخطوطہ خطی میں ایک اور جگہ ہولی کا ذکر ہے۔ "ہولی کے دن تمام راجے اور مہاراجوں نے ہولی کے جشن کے لیے مخصوص چیزیں منگوائی جن میں گلال، رنگ، پھول اور عرق گلاب وغیرہ شامل ہیں(5)۔

جشن دسہرہ: یہ لفظ "دسہرہ" سنسکرت زبان سے لیا گیا ہے اور دسہرہ کا جشن دیوالی سے پہلے منایا جاتا ہے۔ یہ ہندو پیشوا "رام" کی "راون" پر فتح کی یاد دلاتا ہے۔ دسہرہ ہندوؤں اور سکھوں کا جشن ہے جو عام طور پر ہندوستان، نیپال، سری لنکا اور بنگلہ دیش میں منایا جاتا ہے۔ "تاریخ پنجاب" میں اس کا ذکر یوں آتا ہے "دسہرہ کا دن تھا حجرے میں قالین نسب کیے گئے اور بہت سے ساتھیوں اور اہلکاروں کو حکم دیا گیا کہ وہ دوپہر کو سنہری پوشاک میں حاضر ہوں۔ ابتدا میں مہاراجہ رنجیت سنگھ کنور کھرک سنگھ کے ساتھ نذرانہ دینے پہنچے، پھر گھوڑوں اور ہاتھیوں پر سوار ہو کر وہ حجرہ میں داخل ہوئے۔ اور راون، لنکا کے مجسمے شمال کی طرف نصب کیے گئے تاکہ دسہرہ کے تہوار کا وہاں سے آغاز کیا جا سکے۔) "5)

دیوالی: دیوالی ہندوؤں کا اہم جشن ہے جو پانچ دنوں تک بھارت میں منایا جاتا ہے۔ دسہرہ کے بیس دن بعد دیوالی کا جشن آتا ہے، جسے درگا دیوی کے جشن سے بھی منسلک کیا جاتا ہے۔ دیوالی کے دوران ہندو اپنے گھروں کی صفائی کرتے ہیں اور دروازوں کی کھڑکیاں کھول کر لکشمی دیوی کو خوش آمدید کرتے ہیں تاکہ وہ دولت اور کامیابی لے کر آئیں۔ یہ جشن پانچ دنوں تک جاری رہتا ہے۔ پانچویں دن کو "رکھشا بندھن" کہتے ہیں جو بہنوں کا دن ہوتا ہے۔ "تاریخ پنجاب" کے مطابق جشن دیوالی کے موقع پر مہاراجہ صاحب غسل کر کے خیرات اور صدقات مستحقین کو دیتے تھے۔) "5)

اسکے علاوہ عید الفطر اور عید الاضحی کو پورے پنجاب میں مذہبی جوش و جذبے سے منایا جاتا تھا۔ رنجیت سنگھ خود ایک عقیدت مند سکھ تھا اور اس نے مسلمانوں کے مذہبی تہواروں کو بھرپور عزت دی۔

" تاریخِ پنجاب" کے اس خطی نسخہ میں مہاراجہ کے صاحبزادے، کنور نونہال سنگھ کی شادی کی تفصیل نہایتِ اہمیت کی حامل ہے۔ یہ واقعہ نہ صرف ایک شاہی خانوادے کے اندرونی معاملے کے طور پر بلکہ ایک سیاسی، ثقافتی، اور مذہبی ہم آہنگی کی نمائندہ تقریب کے طور پر سامنے آتا ہے۔ کنور نونہال سنگھ، مہاراجہ رنجیت سنگھ کے بڑے بیٹے اور متوقع جانشین تھے۔ ان کی شادی کی تقریب کا انعقاد اُس وقت کیا گیا جب مہاراجہ کی سلطنت داخلی طور پر مستحکم ہو چکی تھی اور بیرونی خطرات نسبتاً کم ہو چکے تھے۔ شادی کی اس تقریب کو مہاراجہ نے نہایت اہتمام سے ترتیب دیا، جس کا مقصد نہ صرف شاہی شان و شوکت کا اظہار تھا بلکہ سیاسی طاقت کا مظاہرہ اور سماجی اتحاد کا پیغام بھی تھا۔ "تاریخِ پنجاب" کے نسخۂ خطی سے معلوم ہوتا ہے کہ شادی کے موقع پر لاہور شہر کو دلہن کی مانند سجایا گیا۔ گلیوں اور بازاروں میں روشنیوں کا اہتمام کیا گیا، پھولوں سے سجے ہوئے جلوس نکالے گئے، اور پورے شہر میں کئی دنوں تک عوامی میلے، رقص، موسیقی، اور ثقافتی سرگرمیاں جاری رہیں۔ اس سے

معلوم ھوتا ہے کہ ریاستی تقریبات کو صرف دربار تک محدود نہیں رکھا جاتا تھا بلکہ عوام الناس کی شمولیت کو بھی یقینی بنایا جاتا تھا، جو ایک ہمگیر ثقافت کا اہم پہلو ہے۔ شادی کی تقریبات میں جس طرح مختلف مذاہب کے افراد نے شرکت کی، وہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کی مذہبی رواداری کا زندہ ثبوت ہے۔ تقریب میں مسلمان، ہندو، سکھ، اور دیگر مذاہب کے افراد شریک ہوئے۔ فقیر عزیزالدین جیسے مسلمان اور ہندو مشیر، اور سکھ جرنیلوں کی بیک وقت شرکت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ مہاراجہ نے پنجاب کو ایک کثیرالمذہب وحدت میں پرو کر رکھا تھا۔ شادی کی رسومات میں بھی مختلف مذہبی روایتوں کا احترام کیا گیا ۔ کنور نونہال سنگھ کی شادی صرف خاندانی اتحاد کی علامت نہ تھی بلکہ سیاسی طور پر بھی اس نے حکومتی استحکام میں اہم کردار ادا کیا۔ دلہن کا نام صاحب کور تھا جو شیام سنگھ کی صاحبزادی تھیں یہ ایک نامور سردار تھے۔ شیام سنگھ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے معتمد سرداروں میں شامل تھے اور انکی فوج میں اعلی عھدے پر فائز تھے،ان کے ذریعے مہاراجہ نے اندرونی اتحاد کو مزید مضبوط کیا۔ ساتھ ہی دیگر علاقائی راجاؤں، سرداروں اور بیرونی سفیروں کو مدعو کر کے مہاراجہ نے اپنی بین الاقوامی سیاسی شناخت کو مستحکم کیا۔ "تاریخ پنجاب" میں اس شادی کی مکمل تفصیلات بیان کی گئی ہیں جن میں تحائف اور زیورات کی فہرست، شادی کی ترتیب ، شرکاء کی فہرست اور ان کی سماجی و مذہبی شناخت، شادی کے موقع پر عوامی تقریبات، میلے اور ثقافتی سرگرمیوں کا احوال شامل ہیں یہ تمام عناصر اس بات کی دلیل فراہم کرتے ہیں کہ شادی کی تقریب کو کس طرح ایک ریاستی سطح کے جشن میں بدل دیا گیا تھا، جس کے اثرات مہاراجہ کی عوامی مقبولیت اور بین المذاہب ہم آہنگی پر بھی پڑے۔ یہ شادی محض ایک شاہی واقعہ نہ تھی بلکہ ایک ثقافتی مظہر تھی، جو پنجاب کے اس دور کے سیاسی استحکام، مذہبی رواداری، اور تہذیبی ہم آہنگی کی بھرپور عکاسی کرتی ہے۔ اس مطالعے سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ پنجاب کی تاریخ نہ صرف فتوحات اور جنگوں پر مشتمل ہے بلکہ ثقافت، رسم و رواج، اور سماجی میل جول پر بھی گہری بنیاد رکھتی ہے۔(5)

رنجیت سنگھ کے عہد میں ثقافتی روایات نے نہ صرف پنجاب بلکہ پورے برصغیر میں اہم اثرات مرتب کیے۔ رنجیت سنگھ کے دور میں پنجاب میں ایک نیا ثقافتی ماحول پیدا ہوا، جس میں مذہبی رواداری، فنونِ لطیفہ، ادب، اور دستکاری کی ترقی ہوئی۔ انھوں نے اپنے دربار میں سکھ، مسلمان، ہندو، اور دیگر مذاہب کے لوگوں کو یکجا کیا اور ان کی ثقافتوں کو سراہا۔ اس دور میں منا ئے جا نے والے تہواروں نے پنجاب کی ثقافت کو مزید مضبوط کیا اور آج بھی یہ تہوار لوگوں کی زندگی کا حصہ ہیں۔ رنجیت سنگھ نے پنجاب میں مختلف فرقوں کے درمیان ہم آہنگی پیدا کرنے کی کوشش کی۔

"تاریخ پنجاب" انیسویں صدی میں خطہ پنجاب کی ثقافتی اور تمدنی پہلوؤں کو بھی آشکار کرتا ہے۔ یہ بہت دلچسپ بات ہے کہ ایک طرف مورخ اس دور کی تاریخ بیان کر رہا ہے، تو دوسری جانب وہ پنجاب کی ثقافت اور تمدن کی تصویر کشی کرتے ہوئے بیان کرتا ہے کہ انیسویں صدی میں پنجاب میں کس قسم کی ثقافت اور تمدن رائج تھا اور کیا رسومات ہوتی تھیں اور کس قسم کے لباس زیب تن کیے جا تے تھے جیسے کہ دوپٹہ، لہنگا، پوشاک، کلاہ، لونگی اور کمربند جیسے لباس کا ذکر اس نسخے میں بار ہا ملتا ہے یہاں تک کہ زیورات کی اقسام جیسے کہ مالا مروارید، کنگن طلاء، باز و بند، جھومکا اور ہار وغیرہ کا ذکر اس نسخے میں بکثرت ملتا ہے جبکہ زیورات کے نام فارسی زبان میں رائج نہیں تھے۔ اس کے علاوہ روایتی پارچہ جات ، اجناس، مختلف میوہ جات کی اقسام اور فوج کے زیر استعمال آنے والے مختلف اسلحہ کا ذکر بھی موجود ہے۔

نتیجہ:

"تاریخِ پنجاب" نہ صرف مہاراجہ رنجیت سنگھ کے دورِ حکومت کی سیاسی و انتظامی تاریخ کو محفوظ کرتا ہے، بلکہ اس میں اس دور کی تہذیبی، ثقافتی اور لسانی ہم آہنگی کا بھی عمیق جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ اس مخطوطے سے ہمیں اس امر کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ اُس زمانے کا پنجاب صرف ایک جغرافیائی خطہ نہیں تھا، بلکہ کئ تہذیبوں کا سنگم تھا جہاں مختلف اقوام، زبانیں اور مذاہب ایک دوسرے کے

ساتھ بقائے باہمی اور رواداری کے اصولوں پر زندگی بسر کر رہے تھے۔ اسکے مطابق رنجیت سنگھ کا دربار جہاں سکھوں کا مرکز تھا، وہیں مسلمانوں، ہندوؤں، اہلِ فارس اور یورپی ماہرین کو بھی اعلیٰ عہدوں پر فائز کیا گیا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ریاستی سطح پر مذہب، نسل یا زبان کو ترجیح نہیں دی جاتی تھی بلکہ اہلیت اور دیانت کو فوقیت حاصل تھی۔ یہی وہ جذبہ تھا جس نے اس دور میں پنجاب کو ایک کثیرالثقافتی معاشرہ بنایا۔ اس مخطوطے کے مطالعے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس خطے ہر ایران اور وسطی ایشیا کی تہذیبوں میں گہرے اثرات مرتب ہوئے۔ الفاظ، طرزِ تکلم، ملبوسات، زیورات، خوراک، اور موسیقی میں ان تہذیبوں کے اثرات واضح دکھائی دیتے ہیں۔ میلوں، تہواروں، اور عوامی اجتماعات میں جہاں علاقائی روایتیں نبھائی جاتیں، وہیں غیرملکی اثرات کو بھی کشادہ دلی سے قبول کیا گیا۔ مثال کے طور پر، عہد رنجیت سنگھ میں فارسی زبان کو سرکاری اور ادبی زبان کا درجہ حاصل رہا، جبکہ پنجابی، براہوی، پشتو اور دیگر زبانوں کا بھی استعمال عام تھا۔ زبانوں کا یہ امتزاج نہ صرف الفاظ کے تبادلے کا ذریعہ تھا بلکہ یہ امر تہذیبی قربت کی علامت بھی بنا۔ مزید یہ کہ ایرانی وسطی ایشیائی ملبوسات، ہندوستانی زیورات اور مقامی فنونِ لطیفہ سب ایک دوسرے کے جزو لاینفک قرار پائے۔ انسان کی روزمرہ زندگی میں استعمال ہونے والے آلات، زیورات، ظروف فرنیچر اور موسیقی کے آلات میں بھی یہ تہذیبی اشتراک نمایاں تھا۔ گویا "تاریخِ پنجاب" کا مطالعہ صرف ایک سیاسی عہد کی تصویر کشی نہیں کرتا، بلکہ یہ ایک ایسا تہذیبی مرقع ہے جو انسانیت کے مشترکہ ورثے، بین الثقافتی ہم آہنگی، اور رواداری کی بہترین مثال پیش کرتا ہے۔ یہ مخطوطہ ہمیں یاد دلاتا ہے کہ عہد رنجیت سنگھ میں پنجاب محض ایک زمین کا ٹکڑا نہیں، بلکہ ایک زندہ تہذیب کا نام ہے جو آج بھی مختلف ثقافتوں کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے۔ "تاریخِ پنجاب" صرف ایک تاریخی دستاویز نہیں بلکہ ایک زندہ ثبوت ہے کہ ثقافتی تنوع اور انسانی تعاون مل کر ایک ایسا معاشرہ تشکیل دے سکتے ہیں جو طاقت، امن اور ترقی کی علامت بن جاتا ہے۔

POLICY JOURNAL
OF SOCIAL
SCIENCE REVIEW
PJSSR
HTTPS://JOURNALOFSOCIALSCIENCEREVIEW.COM/INDEX.PHP/PJSSR

Policy Journal of Social Science Review

Online ISSN 3006-4635 Print ISSN 3006-4627

Vol. 3 No. 9 (2025)

حوالہ جات:

1۔ خوشونت سنگھ، مہاراجہ رنجیت سینگھ، لاہور نگار شارت، 2007

2۔ رشید حسن خان،ڈاکٹر، "منشا ئے مصنف کا تعین"، سنگت پبلیشرز، لاہور2003 ،

3۔ غلام سرور، مہاراجہ رنجیت سنگھ، ادارہ فروغ قومی زبان، اسلام آباد،2004

4۔ لیاقت علی،ڈاکٹر، جنرل آف ریسرچ ، شعبہ اردو و اقبالیات، اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور،2016

5۔ مولف ناشناس، نسخہ خطی "تاریخ پنجاب" مرکزی لائبریری پنجاب یونیورسٹی ، لاہور، بی تا